63 Munaafiqoon Madany Aayaath 11

(۶۳)

سورۂ منافقون

یہ سورت مدنیہ ہے اور اس میں گیارہ آیتیں ہیں۔

سورت ماقبل سے ربط و مناسبت اس سورت کریمہ کی مناسبت ماقبل کی سورت شریفہ سے صاف ظاہر ہے کہ سورت جمعہ میں مومنین مخلصین سے خطاب فرمایا گیا تھا اور ان کے مناسب حال احکام دیے گئے تھے۔ یہاں ان کی ضد یعنی منافقین کا بیان ہو رہا ہے اور ان کو تنبیہ کی جا رہی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے:۔

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقرأ فی صلاۃ الجمعۃ بسورۃ الجمعۃ فیحرّض بہا المؤمنین وفی الثانیۃ بسورۃ المنافقین فیقرع بہا المنافقین

(سعید بن منصور، طبرانی) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جمعہ میں (پہلی رکعت میں) سورۂ جمعہ کی تلاوت فرمایا کرتے اور اس کے ذریعہ ایمان والوں کو صفات اہل ایمان اختیار کرنے کی ترغیب دیتے اور ان کو آمادۂ عمل فرماتے تھے۔ اور دوسری رکعت میں سورۂ منافقین کی تلاوت فرما کر منافقین کو نفاق کی مذمت سناتے اور اس پر زجر و توبیخ فرماتے تھے۔

خطبہ چھوڑنا نفاق ہے نیز اس امر کی طرف بھی اشارہ مقصود ہے کہ سورہ جمعہ میں یہود کی شرارتوں اور بلند بانگ دعووں کے باوجود ان کا موت سے بھاگنا یا مسلمانوں کا دوران خطبہ سے اٹھ کر چلے جانا یہ بھی نفاق کی شاخ اور لاعلمی و جہل کا ایک نمونہ ہے۔ نفاق کیسی بُری بلا ہے اگر وہ ذہن نشین ہو جائے تو انسان اس سے دور رہ کر سعادتِ دارین حاصل کر سکتا ہے۔ اگر انسان کا ایمان خدا اور رسول پر ہو تو خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ایسی دل بستگی پیدا ہو جائے کہ ان سے دور رہنا کبھی گوارا نہ ہو اور مومن جہاں کہیں رہے دنیا وما فیہا کے مقابلہ میں اللہ اور اس کے رسول کا دیوانہ بنا رہے وہو المطلوب۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع ہے اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

إِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ جب آئیں آپ کے پاس منافق کہیں ہم قائل ہیں آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں۔

شانِ نزول حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں: خرجنا مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی سفر فاصاب الناس شدّۃ فقال عبد اللّٰہ بن ابیّ لاصحابہ لا تنفقوا علی من عند رسول اللّٰہ حتّٰی ینفضّوا من حولہ وقال لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجنّ الاعزّ منھا الاذلّ فاتیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاخبرتہ بذلک فارسل الی عبد اللّٰہ بن ابیّ فسألہ فاجتھد یمینہ ما فعل فقالوا کذب زیدٌ رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فوقع فی نفسی ممّا قالوا شدّۃ حتّٰی انزل اللّٰہ تصدیقی اذا جاءک المنافقون۔ (ابن سعد، امام احمدؒ، عبد بن حمید، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، طبرانی، ابن مردویہ) حضرت رسول اکرم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہم ایک سفر کے لئے روانہ ہوئے جس میں لوگوں کو شدائد سفر سے سابقہ پڑا تو عبد اللّٰہ بن اُبی (رئیس المنافقین) نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آئندہ رسول اللّٰہ کے پاس والوں پر کچھ خرچ نہ کرنا، اور یہ بھی کہا کہ مدینہ لوٹنے کے بعد عزت دار لوگ ذلیل لوگوں کو باہر نکال پھینک دیں گے تاکہ یہ سب رسول اللّٰہ سے ٹوٹ جائیں۔ میں نے حضرت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ سے باخبر کردیا۔ آپ نے عبد اللّٰہ بن اُبی کو بلا کر دریافت فرمایا تو قسمیں کھا کھا کر کہنے لگا کہ

میں نے ایسا نہیں کہا۔ اس پر لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ زید نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم کے سامنے غلط بیانی کی۔ مجھے اس کا بڑا دکھ ہوا۔ تا آنکہ اللہ سبحانہ نے اذا
جاءك المنافقون کی سورت نازل فرما کر میرے بیان کی تصدیق فرمائی "

واقعۂ بالا کی تفصیل اس کی تفصیل ترمذی شریف وغیرہ میں اس طرح مروی ہے کہ
حضور اکرمؐ غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تھے جس کا دوسرا نام غزوہ عُسرت بھی
ہے۔ ان دنوں مسلمانوں کا ہاتھ تنگ تھا۔ تکالیف سفر و جہاد جدا تھے۔ راستہ میں
ایک جگہ محض پانی پر مہاجرین و انصار کے نوعمر لوگوں میں ایک ہنگامہ بپا ہو گیا۔
اس میں ایک انصاری کے سر پر چوٹ آگئی۔ ابن اُبَیّ انصار کا حلیف تھا اس لئے
طیش میں آکر اس نے مذکورہ تقریر کی۔ یہاں تک کہہ گیا: سمّن کلبك یأكلك
اپنے کتے کو کھلا کھلا کر موٹا کرو گے تو وہ تمہیں کو کھا جائے گا" یہ بھی کہہ گیا: غلبني
علی قومي من لا قوم له اب تو مجھ پر اور میری قوم پر ایسے کا غلبہ ہو گیا جس کی
کوئی قوم نہیں" میں نے یہ واقعہ اپنے چچا سعد بن عبادہؓ سے بیان کیا۔ انھوں نے
حضور اکرمؐ سے عرض کیا۔ آپ نے ابن اُبَیّ کو طلب کر کے اُس سے دریافت فرمایا تو یہ سب
کچھ کہہ گزرنے کے بعد منکر ہو گیا اور ایسی قسمیں کھائیں کہ زید بن ارقمؓ ہی سے لوگ
بدگمان ہو گئے۔ چچا نے کہا تجھے یہ کیا سوجھی کہ حضور اکرمؐ کے پاس اپنے آپ کو جھوٹا

قرار دیا۔ اس واقعہ سے مجھے ایسی کوفت ہوئی جو کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اور اسی کوفت میں میں خانہ نشین ہوگیا۔ جب یہ سورت نازل ہوئی تو بدگمانی رفع ہوئی۔ اور منافقین کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر تشریف فرما ہوئے اور بشارت سنائی کہ اللہ سبحانہ نے تمہاری تصدیق کی۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! معاذ کو حکم دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دیں۔ اس پر آپ نے فرمایا:۔ لا یتحدث الناس ان محمدا یقتل اصحابہ۔ لوگوں میں یہ چرچا نہ ہونا چاہئے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے ہم نشینوں ہی کو قتل کر دیتے ہیں"۔

آیہ کریمہ کی تفسیر بہرحال ارشاد ہو رہا ہے کہ منافقین آپ کی خدمت میں آتے ہیں تو یہ جتانا چاہتے ہیں کہ وہ آپ کی رسالت و نبوت کے گواہ ہیں۔ یعنی دل سے آپ کی رسالت کی تصدیق کرتے اور اس کی گواہی دیتے ہیں۔ اللہ سبحانہ کو خوب معلوم ہے کہ واقعی آپ اس کے رسول برحق ہیں۔ اور اللہ گواہ ہے کہ منافقین محض جھوٹے دعوے کیا کرتے ہیں (کہ ان کو آپ کی رسالت و نبوت پر تصدیق قلبی حاصل ہے اور زبان سے جو کچھ کہہ رہے ہیں ان کا ضمیر بھی اس کو مانتا اور قبول کرتا ہے۔ یہ صرف ان کی زبانی جمع خرچ ہے۔ ایمان و تصدیق سے ان کو دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔) اگرچہ وہ لفظ شہادت' پھر جملہ اسمیہ' پھر اِنَّ لفظ تحقیق

پھر لام تاکید استعمال کریں۔ جب تصدیق قلبی حاصل نہیں تو یہ سارا اہتمام لفظی بے کار اور لغو ہے۔ اس سے ان کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ انہیں کے ایک ایک کلمہ سے ان کا جھوٹ ظاہر ہوتا جاتا ہے۔

3-2 اِتَّخَذُوْآ اَیْمَانَھُمْ جُنَّۃً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ اِنَّھُمْ سَآءَ
3-3 مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا فَطُبِعَ
عَلٰی قُلُوْبِھِمْ فَھُمْ لَا یَفْقَھُوْنَ ○ انھوں نے بنا لیا ہے اپنی قسموں کو
ڈھال، پھر روکتے ہیں اللہ کی راہ سے، یہ نہایت ہی برا کام ہے جو یہ لوگ
کر رہے ہیں۔ یہ سب اس لئے ہے کہ وہ ایمان لائے پھر منکر ہو گئے پھر مہر لگ گئی
ان کے دلوں پر اب وہ کچھ نہیں سمجھ پاتے۔"

اتخذوا ایمانھم جنۃ کی تفسیر | حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

حلفھم باللہ انھم لمنکم اجتنوا بایمانھم من القتل والحرب۔ (ابن المنذر) منافقین جو اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں میں شریک ہیں ایسا کہہ کر اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا ہے تاکہ وہ قتل ہو جانے اور جنگ کیے جانے سے اپنے آپ کو بچا لیں۔"

اور حضرت قتادہؓ نے یوں تفسیر فرمائی :۔ اتخذوا حلفھم جنۃ لیعصموا بھا دماءھم واموالھم۔ (عبد بن حمید، ابن جریر) انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال اور بچاؤ کا ذریعہ بنالیا ہے تاکہ ان کے ذریعہ سے اپنی جانوں اور اموال کا بچاؤ کرلیں"۔ یعنی کلمہ پڑھنے اور شہادت دینے کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ مسلمان ان کو قتل نہ کرنے پائیں اور ان کے مال و جائداد پر قابض و متصرف نہ ہوسکیں۔ صرف تکمیل ضابطہ کے لئے کلمۂ شہادت پڑھتے ہیں۔ کفر سے باز آنا اور نار دوزخ سے نجات پانا منظور نہیں۔ کفر پر بدستور اڑے ہوئے ہیں۔ کافر اور منافق میں فرق اتنا ہے کہ کافر اپنے کفر پر علی الاعلان ڈٹا ہوا ہے جس کے باعث وہ قتل بھی کیا جاتا ہے اور اس کا مال و متاع بھی چھین لیا جارہا ہے۔ اور منافق کفر پر دل سے جما ہوا ہے مگر کلمہ ایمان اور کلمہ شہادت زبان سے پڑھتا جاتا ہے اس اندیشہ سے کہ اس کی جان و مال کہیں ضائع نہ ہو۔ ہدایت اور نجات پانا اس کا مقصد نہیں۔ اور دلی کیفیات پر پردہ ڈالنے اور مسلمانوں کو دھوکہ میں رکھنے کے لئے حلفیہ بیانات دئے جارہا ہے۔

منافقین کی گمراہی کا باعث ظاہر ہے کہ ایسا اقرار اور شہادت، گو دنیا کی زندگی کی حد تک اس کو اسلامی تلوار سے بچالے مگر عالم آخرت میں اس کے

بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔ منافق بھی کافروں کی طرح جنت اور اس کی نعمتوں سے محروم رہ کر جہنم کی آگ میں جلتا رہیگا بلکہ اس دھوکہ بازی کی بنا پر اس کا مقام کافروں کے قدموں کے نیچے ہوگا۔ انّ المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔ بے شک منافقین کا ٹھکانا دوزخ کے اسفل ترین گڑھے میں ہوگا۔ یہ اس وجہ سے کہ منافقین شروع شروع ایمان کا اظہار کرتے رہے اور انجام کار کفر سے چمٹے رہے تو اللہ سبحانہ نے بھی ان کے دلوں پر مہر لگادی۔ جبکہ انسانی میں دل ہی تو تھا جس کی اصلاح سے سارے جسد کی اصلاح وابستہ تھی اور جس کا فساد سارے جسد کا احاطہ کر لیتا تھا۔ جب منافقین کو اصلاح قلب منظور نہوئی تو ان کے دلوں پر مہر لگ گئی اور ہدایت و رشد کے نفوذ کرنے کا راستہ ہی بند ہو گیا اب ہدایت اثر کرے تو کس سمت سے اور ان میں صلاحیت پیدا ہو تو کیونکر؟ یہ منافقین حضرت ہادی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجالس مبارکہ میں شریک ہوتے ہیں اور آپ کے مواعظ حسنہ سنتے بھی ہیں مگر ان سے نفع اٹھانے کی راہ ہی مسدود ہے لہٰذا وہ ان کو کچھ بھی سمجھ نہیں سکتے۔ سالہا سال گزرنے پر بھی وہ ایمان اور اس کے انوار سے بالکل کورے ہیں اور راہ حق کو دیکھ نہیں سکتے۔ اندھے بہرے گونگے بنے ہوئے ہیں۔ خسر الدنیا والآخرۃ۔

دنیا اور آخرت دونوں تباہ و برباد۔ اب ان منافقین کے حال زار پر جتنا ماتم بھی کیا جائے کم ہے۔ باایں ہمہ دوسروں کو راہ حق سے روکتے ہیں اسی لئے ارشاد ہوا:۔ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔ یقیناً یہ لوگ نہایت برا کام کر رہے ہیں۔"

وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ۭ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ 63-4
لِقَوْلِهِمْ ۭ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۭ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ
عَلَيْهِمْ ۭ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۡ اَنّٰى
يُؤْفَكُوْنَ ○ اور جب آپ ان کو دیکھیں تو پسند آئیں آپ کو ان کے
ڈیل ڈول اور اگر وہ بات کریں تو ان کی باتیں سنتے ہی رہ جائیں، گویا
وہ لکڑیاں ہیں ٹیکے سے کھڑی ہوئی، خیال کریں ہر ڈانٹ کو کہ ان ہی پر ہے
وہی ہیں دشمن، ان سے بچتے رہیے، گردن مارے ان کی اللہ، کہاں سے
پھرے جاتے ہیں۔"

منافق کا ظاہر حال منافقین کے دلوں پر تو مہر لگ گئی۔ نورِ حق ان میں اثر نہیں کر سکتا۔ مگر ان کے ظاہر حال پر نظر کی جائے تو جسم تازہ توانا، اونچے پورے ڈیل ڈول درست، کپڑے دلفریب پہنے ہوئے، جس کسی کی ان پر نظر پڑتی ہے

اس کا جی چاہتا ہے کہ بس ان کے بانک پن کو دیکھتے ہی رہیے۔ حدیث شریف میں ہے:۔ مثل المؤمن مثل السنبلۃ یحرّکھا الریح فتقوم مرّۃ وتقع اخری ومثل الکافر مثل الارزۃ لاتزال قائمۃ حتّی تنقعر۔ مومن کی مثال خوشہ کی سی ہے جس کو ہوا ہلاتی رہتی ہے۔ کبھی وہ کھڑا رہتا ہے اور کبھی زمین سے آلگتا ہے۔ اور کافر سرو کے درخت کی طرح ہوتا ہے جو ہمیشہ کھڑا رہتا ہے (نہ پھول دیتا اور نہ پھل نہ سایہ اور نہ ہوا) دیکھنے میں بہت خوب صورت مگر منفعت ندارد) تاآنکہ ہوا کے طوفان میں جڑ سے اکھڑ جاتا ہے۔ اور اگر منافقین کلام کریں تو باتیں چکنی چوپڑی لچھے دار کریں گویا آسمان و زمین کے قلابے ملا رہے ہیں۔ ایسی شستہ فصیح گفتگو کہ جی چاہے سنتے ہی جائیے کبھی طبیعت سیر نہ ہو۔ مگر ساری گفتگو بے نتیجہ۔ آمادۂ عمل کرنیوالی ایک بات بھی نہیں۔ یوں سمجھئے کہ شاعرانہ کلام ہے۔ یقولون ما لا یفعلون۔ صرف کہے جاتے ہیں۔ کرتے کچھ نہیں"۔ فی کلّ وادٍ یھیمون۔ ہر میدان میں گھومتے رہیں" اور ہر بحث پر لب کشائی کیا کریں۔ ایسی تقریریں کریں کہ بشر حافیؒ، جنید و بایزیدؒ بھی شرما جائیں۔ مگر جب کام کا وقت آئے تو ایسا معلوم ہو کہ مذکورہ تقریر کبھی کی ہی نہیں۔ باتیں ہی باتیں، باقی صفر۔ ان کی مثال ایسی ہے کہ ایک سوکھی لکڑی کھڑی ہے جس پر رنگین قیمتی زرق برق کپڑے لپیٹے ہوئے ہیں مگر وہ اس قابل نہیں کہ

اپنے پاؤں پر آپ کھڑی ہو سکے ٹیکہ یا سہارا ہو تو کھڑی رہے ورنہ دھڑام سے زمین پر آرہے بیشک لکڑی کیسی ہی خوب صورت، اونچی پوری، موٹی چکنی ہو۔ پھر اس پر کیسی ہی قیمتی پوشاک ہو مگر بے جان، کسی کام کی نہیں، بجز اس کے کہ ضرورت پڑے تو آگ میں ڈال دی جائے۔ یہی حال ان منافقین کا ہے۔ عارف رومیؒ فرماتے ہیں :

از بروں چوں گورِ کافر پُر حُلَل　　واندروں قہرِ خدائے عزّ وجل

از بروں طعنہ زنی بر بایزید　　وزدرونت ننگ مے دارد یزید

واقعہ یہ تھا کہ حضور اکرمؐ کی مجلس مبارک میں منافقین حاضر ہو کر دیوار سے ٹیکہ لگائے پھیل کر بیٹھتے تھے۔ اس حالت کا نقشہ کھینچا جا رہا ہے۔ باقی صحابہ کرامؓ کا یہ حال تھا کہ جہاں جگہ مل جاتی ادب سے بیٹھ جاتے۔ کأنّ علی رؤسھم الطیر گویا ان کے سروں پر پرندہ بیٹھا ہے" ذرا سی ہلچل سے اُڑ جانے کا خوف ہے۔

خلیفہ ہارون رشید کا واقعہ ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید حضرت امام مالکؒ کے حلقہ درس میں موطأ شریف سن رہے تھے اس اثناء میں خلیفہ نے دیوار سے تکیہ کرنا چاہا حضرت امام مالکؒ نے منع فرما دیا کہ یہ خلاف ادب ہے۔ جہاں احادیث رسولؐ بیان ہو رہے ہیں ٹیکہ سے نہ بیٹھیں۔

منافقین کی اندرونی حالت پھر منافقین اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود

ایسے بھدے، ڈرپوک، بزدل واقع ہوئے تھے کہ جہاں کوئی گڑبڑ شور و ہنگامہ ہوتا تو یہ سمجھ لیتے کہ انھیں پر یہ آفت آرہی ہے۔ جیسے کوئی مجرم کوتوالی کے کسی جوان کو راستہ سے گزرتا ہوا ہی دیکھتا ہے تو اس کو خیال ہوتا ہے کہ کیا وہ مجھی کو گرفتار کرنے کے لئے تو نہیں آرہا ہے؟ سبب یہ تھا کہ منافقین کو اپنی شرارتیں معلوم تھیں اور آٹھوں پہر وہ اسی اندیشہ میں گزارتے تھے کہ ان کی گرفتاری اب ہوتی ہے یا جب مگر ایسے پلید واقع ہوئے تھے کہ یہ تمام امور پیش نظر رہتے ہوئے وہ اپنے نفاق اور تمرد و عناد سے باز نہیں آتے تھے۔ جس گروہ کا یہ حال ہو تو وہ دشمن اسلام ہے اسی لئے ارشاد ہو رہا ہے: ـــ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ـ یہی گروہ دشمن ہے ان سے الحذر فرمائیے۔ اللہ ان کو برباد کرے یہ کہاں بھٹکے بھٹکے جا رہے ہیں۔" حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس شریف سے تو ان کو کتاب و حکمۃ کا درس حاصل کرنا چاہیئے تھا۔ مگر یہ اس سے کورے ہیں۔ اور کورے ہی رہنا چاہتے ہیں۔

63- وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ

63- وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ٥ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ

اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ

لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ○ اور جب کہیے ان کو آؤ معاف کرادیں تم کو

اللہ کے رسولؐ، مٹکاتے ہیں اپنے سر اور آپ دیکھیں گے کہ وہ رُکتے ہیں اور وہ

غرور کرتے ہیں۔ برابر ہے ان پر کہ آپ ان کے لئے معافی چاہیں یا معافی

نہ چاہیں، کبھی معاف نہ کرے گا ان کو اللہ بے شک اللہ راہ نہیں دیتا نافرمانوں کو۔"

ابن اُبی کا تمرد ارشاد باری تعالیٰ لَوَّوْا رُءُوْسَھُمْ کی تفسیر میں ابن جریجؒ

فرماتے ہیں: ۔حرّکوھا استھزاءً۔ (ابن المنذر) مذاقیہ انداز میں اپنے سرّں کو

ہلاتے ہیں۔" واقعہ یہ ہوا کہ عبداللہ بن اُبی اور اس کے رفقاء کی غلط بیانی

جب نزول وحی کے باعث ثابت ہو چکی تو بعض صحابہؓ نے ان لوگوں کو مشورہ

دیا کہ خیر جو کچھ ہوا وہ ہو چکا۔ اب بھی وقت ہے تم سب حضرت رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر اپنے کئے پر پشیمانی کا اظہار کرو اور

معافی مانگو۔ حضور اکرمؐ تمہارے لئے اللہ سبحانہ کی جناب میں استغفار فرمائیں تو

تمہاری یہ خطائیں معاف ہو جائیں گی۔ یہ سُن کر اس کم بخت نے خاص انداز سے

سر کو مٹکا کر جواب دیا: ۔ماذا قلتُ۔ (عبد بن حمید، ابن المنذر عن مجاہد) میں نے

کہا ہی کیا ہے؟ نزول وحی کے بعد بھی وہ اپنے انکار پر اڑا ہوا تھا کہ میں نے

ایسا کہا ہی نہیں۔ جب کچھ کہا ہی نہیں تو معافی کس امر کی چاہوں اور حضور اکرمؐ کے

استغفار کی کیا حاجت؟ کبھی کہتا:۔ لست فاعلاو کذب علی فانزل اللہ ماتسمعون ۔ (عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر عن قتادہ) میں تو کبھی ایسا نہ کروں گا۔ یہ سب مجھ پر جھوٹا الزام لگایا جا رہا ہے کہ اللہ نے کوئی ایسی چیز اتاری ہے جس کو تم لوگ سن رہے ہو"۔ یہاں تک کہہ دیا:۔ امرتمونی ان او من فقد آمنت وامرتمونی ان اعطی زکاۃ مالی فقد اعطیت فمابقی الا ان اسجد لمحمد (عبد بن حمید، ابن المنذر من طریق الحکم) تم لوگوں نے مجھ سے فرمایش کی کہ میں ایمان لاؤں چنانچہ میں ایمان لایا۔ پھر تم لوگوں نے مجھ سے فرمایش کی کہ میں اپنے مال کی زکات ادا کروں۔ چنانچہ میں نے زکاۃ بھی ادا کی۔ اب کیا رہ گیا ہے بجز اس کے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو سجدہ کروں"۔ سعید بن جبیرؓ کی روایت میں ہے کہ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا:۔ تب (عبد بن حمید، ابن ابی حاتم) توبہ کر"۔ تو آپ کے ارشاد خاص پر بھی سر مٹکا کر رہ گیا مگر کم بخت نے توبہ نہ کی۔ اس آیہ کریمہ میں یہی بیان ہو رہا ہے کہ جب ان لوگوں سے کہئے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں حاضر ہو کر معافی کی درخواست کرو تو حضورؐ تمہارے لئے مغفرت کی دعا فرمائیں گے اس پر استہزاء و تمسخر کے انداز میں اپنے سروں کو مٹکاتے ہیں اور حاضری سے رکتے اور اپنے غرور کا اظہار کرتے ہیں۔

منافق کے حق میں دعا قابل قبول نہیں

ان حالات میں اللہ سبحانہ کا اٹل فیصلہ صادر ہو رہا ہے کہ اے نبی کریم! آپ اپنی شفقت عام اور کرم تام کی بنا پر ان خبیثوں کے حق میں دعائے مغفرت فرمائیں یا نہ فرمائیں ہم تو کبھی ان کو معاف نہ کریں گے ایسے نافرمان لوگوں کو ہم معافی اور بخشش کی راہ کبھی نہ بتائینگے۔ اور یہی مضمون سورۂ توبہ میں اس صراحت کے ساتھ آیا ہے: ان تستغفرلھم سبعین مرّۃ فلن یغفراللہ لھم۔ اگر آپ ان کے حق میں ستر دفعہ بھی دعائے مغفرت فرمائیں گے تو اللہ انھیں کبھی نہ بخشے گا۔

قوم سے خطاب

عزیزو! نفاق کیسی بری بیماری ہے اور یہ روگ جس جسد میں گھر کر لیتا ہے تو انسان کو کس طرح اپنے پنجے میں دبوچتا ہے اور کیسے کیسے کلمات اس کی زبان سے نکلواتا اور کیا کیا حرکات اس کے اعضاء جوارح سے صادر ہوتے ہیں اور دل پر گمراہی اور تاریکی کی مہر کس طرح لگ جاتی ہے اس کا اندازہ مذکورۂ بالا تقریر سے آپ کو ہو چکا ہوگا۔ پھر اس کی سزا دنیا میں نہ سہی اگر آخرت میں ہی ملی تو وہ کیسی سخت اور ہولناک ہوگی اس کو خوب سمجھ لینا چاہیئے۔ اسی وجہ سے ایسے موذی اور تباہ کن مرض سے پناہ مانگی جاتی ہے اور اللہ کی پناہ مانگنا چاہیئے۔ دو روزہ دنیا ختم ہو جائے گی مگر ابد الآباد کی زندگی کا خیال سب سے

کرنا چاہیئے۔ احادیث شریفہ میں متعدد دعائیں وارد ہیں۔ مختصر دعا یہ ہے:۔
اللّٰھمّ انی اعوذ بك من النفاق والشقاق وسوء الاخلاق۔ الٰہی! میں آپ کی پناہ ڈھونڈتا اور آپ کی آڑ لیتا ہوں نفاق سے پھوٹ سے اور بداخلاقیوں سے"۔

عبداللہ بن اُبی کی منافقت امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن اُبی منافق نے مسجد نبوی میں اپنے لئے ایک اونچی جگہ تجویز کرلی تھی یہاں ہمیشہ بیٹھا کرتا۔ کسی کو وہاں آنے نہ دیتا۔ جمعہ کے دن خطبہ کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برآمد ہوتے تو اٹھ کر تمام حاضرین کو اس طرح مخاطب کیا کرتا:۔ ایھا الناس ھذا رسول اللہ بین اظھرکم اکرمکم اللہ بہ واعزکم بہ فانصروہ وعزروہ واسمعوا لہ واطیعوہ۔ (بیہقی) لوگو! یہ اللہ کے رسول ہیں جو تم میں رونق افروز ہیں جن کی برکت سے اللہ نے تمہاری شان بڑھائی اور آپ ہی کی بدولت تم کو عزت بخشی۔ لہٰذا آپ کی مدد کرو اور آپ کی تائید کرتے رہو۔ نیز آپ کی بات سنو اور آپ کی اطاعت کئے جاؤ"۔ بس یہ چند کلمات خطبہ شریفہ سے پہلے کہہ کر بیٹھ جایا کرتا۔ پھر جب اس کی ایسی شرارتیں آشکار ہو گئیں تو اپنی عادت کے مطابق جمعہ کے مجمع عام میں مذکورہ تقریر کرنی چاہی اٹھنے لگا تو

صحابۂ کرام اس کا دامن کھینچنے لگے اور اس کو ٹوک دیا:۔ اجلس یا عدو اللہ لست لھذا المقام باھل قد صنعت ما صنعت ۔ خدا کے دشمن ! بیٹھا رہ تو اس منصب کا اہل نہیں ہے۔ تو نے وہ وہ کام کئے ہیں جو خود تجھے اور سب کو معلوم ہیں ۔“ یہ سنتے ہی لوگوں کی گردنوں پر سے پھلانگتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھ کر چلا اور یہ کہتا جا رہا تھا:۔ واللہ لکانی قلت ھجرا ان قمت اسدد امرہ ۔ خدا کی قسم ! گویا یہ میری تقریر (جو آج تک ہوتی رہی) ایک فضول بکواس تھی کہ میں ان کے معاملے کو ٹھیک کرنے کا بیڑا اٹھایا ہوا تھا۔“ ایک صاحب نے فرمایا۔ کہاں جا رہا ہے ۔ معافی مانگ ۔ تو جواب دیا:۔ واللہ لا ابغی ان یستغفرلی ۔ بخدا ! میری کچھ بھی خواہش نہیں کہ مجھے معافی دلائی جائے ۔“

کہتے ہیں کہ سورۂ توبہ کی آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں یہ صراحت تھی کہ اگر آپ اے نبی کریم ! ان منافقین کے لئے ستر دفعہ بھی دعائے مغفرت فرمائیں تو اللہ کبھی ان کو نہ بخشے گا۔“ تو حضور اکرم نے فرمایا تھا:۔ لازیدن علی السبعین (ستر دفعہ کی نفی ہوئی ہے) میں اس سے زیادہ دفعات دعائے مغفرت کروں گا۔“ اس موقع پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی جس میں ارشاد ہوا کہ آپ مطلقاً دعائے مغفرت

ان کے حق میں فرمائیں یا نہ فرمائیں ہم کبھی ان کو معاف نہ کریں گے ۔"

اللہ اکبر! رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت عامہ پر نظر کیجئے کہ منافقین کو بھی کسی حال داماں مبارک سے وابستہ رکھنے کا خیال دامنگیر ہے کہ اگر ستر دفعہ کی دعائیں کارگر نہیں ہوتیں تو کیا مضائقہ ہے۔ اکہتر، بہتر دفعہ استغفار کیا جائے گا۔ اور اللہ سبحانہ کی ناراضی اور غضب جو منافقین پر ہے اس کا بھی اندازہ کیجئے کہ کسی حال میں ان کو بخشا نہ جائے گا۔ اللھم انا نعوذ بك من النفاق والشقاق وسوء الاخلاق ۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ 63-7
حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۭ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ۸
لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ 63-8
الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ
وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ع وہی ہیں جو کہتے ہیں مت خرچ کرو ع ۲ / ۱۳
اُن پر جو پاس رہتے ہیں رسول اللہ کے یہاں تک کہ متفرق ہو جائیں۔ اور
اللہ کے ہیں خزانے آسمانوں کے اور زمین کے ولیکن منافق نہیں سمجھتے۔ کہتے
ہیں البتہ اگر ہم پھر گئے مدینہ کو تو نکال دیگا جس کا زور ہے وہاں سے ذلیل

لوگوں کو۔ اور زور تو اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا اور ایمان والوں کا ولیکن منافق نہیں جانتے۔"

یہ منافقین کی محض احمقی تھی جو سمجھتے تھے کہ اگر وہ اپنا ہاتھ روک لیں تو فقرائے صحابہؓ جو حضور اکرمؐ سے وابستہ ہیں منتشر ہو جائیں گے۔ یہ نہیں سمجھا کہ انسان کا رزق اللہ سبحانہ کے ہاتھ ہے اللہ سبحانہ نے جب تن بے جان میں جان پیدا کی تو کسی جان دار کے رزق کا سامان کیا مشکل ہے۔ منافق کو غور کرنا چاہیئے تھا کہ مجھ جیسے نافرمان کو جس کا باطن ظاہر کے مقابلہ میں گندہ ہے باوجود اس نافرمانی اور گندگی کے اپنے دئے ہوئے رزق سے اس طرح سرفراز فرمایا ہے تو جو مقدس ہستیاں رات دن حضرت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں گزارتے اور آپ کی ہدایات پر جان دینے کو فخر جانتے ہیں اللہ سبحانہ ان کو کیوں محروم فرمائے گا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بھم تمطرون و بھم ترزقون ان ہی کے طفیل میں تم پر پانی برستا ہے اور ان ہی کی بدولت تم کو رزق دیا جا رہا ہے"۔ اگر یہ نہوں تو پھر ساری داستاں طے ہو کر رہ جائے اور سارا دفتر لپیٹ دیا جائے۔ آسمانوں اور زمین کے خزانے جس کے قبضۂ قدرت میں ہیں اس کے لئے ان کے رزق کا انتظام کیا مشکل ہے۔

مَن عند رسول اللہ سے ایک سبق

فقیر عرض کرتا ہے کہ یہیں سے یہ بات بھی ذہن نشین کرلی جائے کہ بزرگان دین کے مزارات مقدسہ اور عتبات عالیہ پر جو مجاور دن رات حاضر رہتے اور خدمات انجام دیتے ہیں ان کی خدمت' عین صاحب مزار کی خدمت گزاری ہے اور صاحبان مزارات حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائبین اور معنوی جانشین ہیں جن کے فیوض و برکات کا انکار نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا ان کی خدمت کو موجب سعادت جانے۔ ان کے کسی ایک پہلو کو پیش نظر رکھ کر ایسے لایعنی اعتراضات نہ کیا کرے بلکہ ان کے محاسن اور خدمات پر نظر کرکے حتی الوسع ان کی امداد میں حصہ لے۔ ان بیچاروں نے خدمت درگاہ اور خدمت زائرین کو اپنے لئے لازم گردانا ہے اس لئے ان کی خدمتگزاری کی جانی چاہیئے اگر صاحب مزار اور زائرین کی خاطر پیش نظر نہ ہوتی تو وہ بھی کسی اور طریقہ سے اپنا رزق فراہم کرسکتے تھے۔

منافقین کو اگر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہوتی تو وہ من عند رسول اللہ یعنی جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رہتے ہیں ان سے بھی محبت کرتے اور رات دن خدمت مبارک میں حاضر رہنے کی وجہ سے اپنی ضروریات اور حاجات کا انتظام نہیں کرسکتے ہیں تو دوسروں کا

فریضہ ہے کہ ان کی حاجت روائی کریں جس قدر ممکن ہو۔ لیکن من عند رسول اللہ
سے دشمنی یا بغض محض اس بنا پر کہ وہ آپ کی خدمت مبارک میں ہیں یہ تو خود حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی اور بغض ہوا اب ایمان کہاں رہا۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

منافقین کی دوسری حماقت | منافقین کی دوسری حماقت یہ تھی کہ وہ خود کو
زور آور اور ذی اثر خیال کرتے تھے جبھی تو ابن اُبی نے یہ کہہ دیا کہ مدینہ لوٹنے
کے بعد وہ ان تمام کمزوروں کو وہاں سے نکال باہر کردیگا۔ حالانکہ ساری
کائنات اللہ سبحانہ کے تحت قدرت ہے اس کے آگے کسی کا زور چل نہیں سکتا۔
پھر اللہ نے اپنے رسول کو جو اعزاز تمام کائنات میں دیا ہے وہ کسی اور کو نہیں
مل سکتا۔ نیز جو حضرت رسول اکرم کے اطاعت گزار اور جاں نثار ہیں وہ بطفیل
حضور اکرم مستحق اعزاز ہیں ان سب کو چھوڑ کر ایک مٹھی بھر جماعت کو جو نہایت
بزدل، ڈرپوک واقع ہوئی ہے اتنا زور کہاں سے آسکتا ہے؟ اسی لئے ارشاد
ہوا:۔ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ ۔ ساری عزت اور غلبہ و
زور اللہ کے لئے اس کے رسول کے لئے اور مومنین کے لئے ہے "ولکن المنافقین
لایعلمون۔ مگر یہ منافق جانتے ہی نہیں"

عبداللہ بن عبداللہ کا جوش ایمان | حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما

فرماتے ہیں کہ ابن اُبی کی یہ تقریر اُس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضؓ بن عبداللہ کے
کانوں تک پہنچی جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخلص صحابی تھے۔
جب ابن اُبی غزوہ سے مدینہ واپس آیا اور شہر میں داخل ہوتا چاہا تو ان فرزند نے
اپنے باپ پر تلوار کھینچ لی اور جوش ایمانی سے کہا۔ لاضربنّك او تقول
انا الاذلّ ومحمد ن الاعزّ (طبرانی) میں تلوار چلاؤں گا۔ یا یہ کہ اقرار کرو کہ
ذلیل ترین خود ہوں اور حضرت محمد (مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی سب
لوگوں سے زیادہ باعزت ہیں"۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی منافق کو ایسا اقرار
کرنا پڑا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو اظہار خوشنودی
فرمایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

63-9 يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ
عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○

اے ایمان والو! غافل نہ کردیں تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی
یاد سے' اور جو کوئی یہ کام کرے تو وہی لوگ ہیں ٹوٹے میں"

مسلمانوں سے چند کام کی باتیں	منافقین کی زجر و توبیخ اور ان کے نفاق کی مذمت بیان کرنے کے بعد اہل ایمان کو چند کام کی باتیں

بتائی جارہی ہیں۔ وہ یہ کہ مال اور اولاد سے سابقہ ہر ایک کو پڑتا ہے۔ مومن مخلص متقی کو بھی اور فاجر فاسق، کافر و منافق کو بھی۔ ان ہر دو گروہ میں فرق صرف اس قدر ہے کہ مومن کے آگے مال و اولاد کی فانی حیثیت پیش نظر نہیں ہوتی بلکہ ان کی باقی رہنے والی جہت پیش نظر ہوتی ہے۔ مومن مال کی تحصیل اسلئے کرتا ہے کہ اس کے ذریعہ کوئی ایسے کام کرے کہ اپنی زندگی ختم ہونے کے بعد بھی اپنے ابنائے جنس کو اس کے مال سے فائدہ پہنچتا رہے۔ اسی طرح مومن متقی کو اولاد کی خواہش بھی ہوتی ہے تاکہ اس کو علوم دینیہ کی تعلیم دی جائے اور وہ دوسروں کو پڑھاتا رہے۔ اس طور سے فیضان علم کا سلسلہ اپنے بعد بھی جاری رہے اور اس کا نفع عام ہو۔ یا وہ فرزند صالح ہو کہ کم از کم پنجگانہ نمازوں میں اپنے والدین کے لئے دعا کرتا ہو۔ اللّٰھمّ اغفرلی ولوالدی وارحمھما کما ربیانی صغیرا۔ الٰہی مجھے بخش دیجئے نیز میرے والدین کو بھی بخش دیجئے اور ان پر رحم فرمائیے جیسا کہ انھوں نے میرے لڑکپن میں میری تربیت اور پرورش کی۔ یا وہ جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ اور شہادت فی سبیل اللہ کا شوق رکھتا ہو۔ اور اپنی اولاد کو بھی اس پر آمادہ رکھتا ہو کہ وقت پر جان و مال سے دریغ نہ کرے۔

باقیات صالحات | اس مضمون کو حافظ سیوطیؒ نے نظم فرمایا ہے اور علامہ

شیخ عبدالباقی حنبلی علیہ الرحمہ نے اس کی تکمیل کی ہے۔ افادۂ عوام کی خاطر اس کو یہاں درج کیا جاتا ہے:۔

اذا مات ابن آدم جاء یجری　　علیہ الاجر عدّ ثلاث عشر

آدمی وفات پانے کے بعد بھی احادیث میں آیا ہے کہ اس کے (۱۳) کارناموں کا ثواب جاری رہتا ہے۔

علوم بثّھا و دعاء نجل　　و غرس النخل والصدقات تجری

علوم[۱] جن کی اشاعت انسان نے کی۔ اس[۲] کے فرزند کی دعائے خیر۔ ثمرہ[۳] دار درخت مثلاً درخت خرما لگانا۔ نیز موقوفہ[۴] جائدادیں جن کا سلسلہ خیرات و صدقات جاری رہے۔

وراثۃ مصحف و رباط ثغر　　و حفر البئر او اجراء نھر

مصحف[۵] شریف کو اپنے ورثہ میں چھوڑ جانا۔ اور دارالاسلام[۶] کی سرحدوں کی حفاظت کرتے رہنا۔ کنواں[۷] کھدوانا یا نہر[۸] جاری کرنا۔

و بیتٌ للغریب بناہ یأوی　　الیہ او بناء محلّ ذکر

مسافروں[۹] کے پناہ لینے کے لئے کوئی مسافر خانہ بنا دیا ہو۔ یا ذکر[۱۰] الٰہی جاری رہنے کے لئے کوئی مکان مثلاً مسجد مدرسہ خانقاہ بنا دی ہو۔

وتعلیم لقران کریم شہید للقتال لاجل برّ

[11] نیز قرآن کریم کی تعلیم کا سلسلہ جاری کیا ہو۔ یا حفاظت[12] دین کے لئے جانباز سر بکف جماعتیں تیار کی جا رہی ہوں۔

کذا من سنّ صالحۃ لیقتفی فخذ ھا من احادیث بشعر

ایسے ہی کسی نے کوئی اچھی[13] نیک رسم قائم کی ہو تاکہ لوگ اس پر عملدرآمد کر کے نفع اندوز ہوتے رہیں۔ یہ امور باقیات صالحات (جن کی تعداد تیرہ ہے) احادیث شریفہ سے ماخوذ ہیں جو ہمارے ان اشعار میں جمع کردئے گئے۔ ان کو یاد رکھو۔

مومن و منافق میں فرق منافقین کے نصیب ایسے کہاں ہو سکتے ہیں! ان کی نظر تو ہمیشہ فانی جہت پر رہتی ہے۔ اسی بنا پر تو رئیس المنافقین نے کہا تھا۔ لا تنفقوا علیٰ من عند رسول اللہ۔ جو لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نزدیک رہتے ہیں ان پر خرچ نہ کرو" اور یہ بھی کہا تھا: لیخرجنّ الاعزّ منھا الاذلّ۔ جو باعزت ہے وہ ذلیل کو نکال باہر کردیگا" حالانکہ جو لوگ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے ان میں اکثر ایسے مہاجرین تھے جن کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ ایک چبوترے پر اپنی زندگی گزارتے تھے ان کو اصحاب صفہ کہا جاتا تھا۔ دراصل یہ مستعد طالب علم تھے جو رات دن

حضورِ انور کی خدمت مبارک میں حاضر رہ کر تحصیل علم اور کسب کمالات کرتے تھے ان میں بعض ایسے اصحاب بھی شامل ہو گئے تھے جو مدینہ میں گھر بار رکھتے تھے ان کو کسی چیز کی محتاجی نہ تھی صرف تحصیل علم اور فیضان صحبت کا شوق دامنگیر تھا۔ مگر منافقین کی نظر ان کمالات عالیہ پر کہاں جاتی۔ وہ صرف یہ سمجھتے تھے کہ محض ٹکڑوں کے لئے یہ لوگ پڑے ہوئے ہیں۔ نیز اسی دنیوی تمول اور برادری کی کثرت کی بنا پر منافقین خود کو معزز سمجھتے اور تارک وطن مہاجرین کو ذلیل جانتے تھے۔ حالانکہ عزت و ذلت کا معیار یہ نہیں ہے بلکہ علم و فضل اور تقویٰ و دین داری اصل عزت ہے۔

الغرض اللہ سبحانہ نے اس آیہ کریمہ میں متنبہ فرمادیا کہ یاد الٰہی مومن کیلئے مقدم تر ہے۔ مال و اولاد جو ہر شخص کو مطلوب ہے یاد الٰہی کی راہ میں یہ مال و اولاد بھی حائل نہ ہونے پائے۔ بلکہ مال و اولاد ایسی ہو کہ ذکر اللہ میں اس سے امداد و معاونت حاصل ہو۔ اور اگر خدانخواستہ کسی کا مال و اولاد اللہ کی یاد سے غافل کرنے لگے تو سمجھ لینا چاہئے کہ ایسا انسان اپنی زندگی اور مال و اولاد سے نفع اٹھانے کے عوض نقصان اور خسارہ کی منزل طے کر رہا ہے جیسا کہ منافقین کا طرز عمل تھا۔

عزیزو! اب مسلمانوں کے لئے یہاں بھی ایک درس حقیقت ہے اور اپنے
ایمان واخلاص کو نفاق کے کھوٹ سے پاک کرنیکا موقع ہے۔ واللہ الموفق۔

وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ 63-10
فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ
الصّٰلِحِيْنَ ۞ اور خرچ کرو کچھ ہمارا دیا ہوا اس سے پہلے کہ آپہنچے تم میں کسی کو
موت، تب کہے اے رب! کیوں نہ ڈھیل دی تو نے مجھ کو ایک تھوڑی سی مدت
کہ میں خیرات کرتا اور ہو جاتا نیک لوگوں میں۔

کام کی ایک اور بات دوسری بات کام کی یہ بتائی جا رہی ہے کہ منافقین تو یہ کہتے تھے لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا۔ جو لوگ رسول اللہ کے پاس ہیں ان پر خرچ نہ کرو تاکہ وہ آپ سے ٹوٹ جائیں۔ اس کے مقابلہ میں اللہ سبحانہ کا یہ ارشاد ہو رہا ہے کہ اللہ نے خرچ کرنے کی مقدرت دی ہے تو اس کے خرچ کرنے میں جلدی کریں۔ ایسے کارہائے خیر کو تاخیر اور ڈھیل میں نہ ڈالیں۔ کسی کو کیا معلوم ہے کہ اس کا وقت اخیر کب آنے والا ہے۔ جو کچھ کرنا ہے اس وقت کے آنے سے بیشتر کر گزرنا ہے۔ اگر تاخیر کی گئی اور ڈھیل دی گئی تو کار خیر انجام نہ پاسکیگا مگر جدائی کی گھڑی آجائے گی۔ اس وقت افسوس کریگا کہ اے کاش!

میں پیشتر ہی خرچ کیا ہوتا۔ یا یہ آرزو کرے گا کہ میری موت پیچھے ہٹادی جائے اور موقع دیا جائے تو میں خوب خیرات کرکے نیک لوگوں میں شامل ہوجاؤں گا۔ مگر سب کو معلوم ہے کہ موت جب آچکتی ہے تو اس میں تاخیر یا ڈھیل ممکن نہیں چنانچہ اس کے بعد ارشاد ہو رہا ہے :۔

11 وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ اور ہرگز ڈھیل نہ دے گا اللہ کسی کو جب آپہنچا اس کا وعدہ اور اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو۔"

فرائض میں تاخیر نہ کی جائے

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ من کان لہ مال یبلغہ حجّ بیت ربّہ او تجب علیہ فیہ الزکاۃ فلم یفعل سأل الرجعۃ عند الموت۔ (عبد بن حمید، ترمذی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن مردویہ) جس کے ہاں اتنا مال ہو کہ وہ بیت اللہ شریف تک اس کو پہنچا سکتا تھا۔ یا اس پر زکاۃ واجب تھی مگر اس نے نہ تو حج ادا کیا اور نہ زکات دی تو وہ مرتے دم واپسی کی درخواست کرے گا۔ یعنی یہ عرض کرے گا کہ بارخدایا! اگر مجھے مرنے میں تھوڑی سی مہلت دی جائے تو میں بیت اللہ شریف کا حج بھی کروں گا اور

زکاۃ مفروضہ بھی ادا کرونگا۔ مطلب یہ کہ جو کام کرنے تھے اور ادا نہیں کیے ان کو آئندہ مہلت دی جائے تو سب کی تکمیل کروں گا۔

اس کا جواب ارشاد ہو رہا ہے کہ ہر کام کا ایک وقت مقرر کر دیا گیا ہے اور ہر ایک کو کافی مہلت دیجا چکی ہے اتنی کہ انسان اس کام کو کرنا چاہتا اور اپنے فرض کو انجام دیتا تو بہت آسانی کیساتھ انجام دے سکتا تھا۔ مگر کافی وقت اور مہلت ملنے پر بھی نہ کیا تو معلوم ہوا کہ آئندہ اسکو دوبارہ دنیا میں بھیجکر ہزار سال کی مہلت بھی دیجائے تو وہ کبھی اس کو نہ کریگا۔ ہر شخص کی استعداد اللہ سبحانہ کو معلوم ہے لہذا مقررہ مدت سے زیادہ مہلت ایک آن کی بھی نہیں دیجا سکتی۔

دوبارہ دنیا میں آنیکی درخواست منظور نہ ہوگی | مہلت کی درخواست مومن اور کافر بھی کرتے ہیں خواہ موت کے وقت ہو یا قیامت میں جزاو سزا کے موقع پر۔ فرق اس قدر ہے کہ مومن کار ہائے خیر اور ادائے فرائض یا گناہوں سے بازرہکر زندگی گزارنے کی درخواست کریگا۔ اور کافر کی درخواست یہ ہوگی کہ وہ کفر کو چھوڑ دیگا اور ایمان اختیار کریگا۔ مگر ظاہر ہے کہ ایسی درخواستیں بجائے خود کوئی وزن نہیں رکھتیں۔ اس لئے صاف جواب دیا جائیگا کہ مہلت پیشتر ہی دیجا چکی ہے۔ مگر اس کا کوئی مفید اثر مترتب نہ ہوا اگر آئندہ بھی مہلت دیجائے تو تمھاری استعداد کا اقتضا یہی ہے کہ جتنی بھی مہلت دیجائے وہ بے سود ثابت ہو لہذا یہ قول فیصل شدہ ہے کہ اب کوئی تاخیر نہ ہو سکیگی۔

بہر حال جب حقیقی صورت یہ ہے تو انسان کو چاہئے کہ برائی سے باز رہے اور بھلائی میں حصہ لیتا رہے۔ جو کچھ کرنا ہے وہ آج ہی کرلے۔ کل پر اٹھا نہ رکھے:۔

چند گوئی کہ بہ پیری رسم و توبہ کنم ہیچ دانی کہ بہ پیری برسی یا نہ رسی

حضور انور کی عمر شریف کا استنباط بعض مفسرین کرام نے اس آیۂ کریمہ و لن یؤخر اللہ نفسا اذا جاء اجلھا سے حضور انور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عمر شریف کا استنباط فرمایا ہے وہ اس طرح کہ آغاز قرآن کریم سے اس سورۂ شریفہ تک تریسٹھ ۶۳ سورتیں ہوتی ہیں اور اس تریسٹھویں سورت شریفہ میں صراحت کیساتھ یہ ارشاد ہو رہا ہے کہ جب کسی کی اجل مقررہ آجائے تو پھر تاخیر نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ واقعہ اسی طرح وقوع میں آیا کہ عمر شریف کے ۶۳ سال کے ختم ہونے پر حضور اکرم رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ اللّٰھم احشرنا فی زمرتہ و تحت لوائہ

اللّٰھم صل صلاۃ کاملۃ وسلم سلاما تاما علی سیدنا محمد تنحل بہ العقد وتنفرج بہ الکرب وتقضی بہ الحوائج وتنال بہ الرغائب وحسن الخواتیم ویستسقی الغمام بوجھہ الکریم وعلی آلہ وصحبہ فی کل لمحۃ ونفس بعدد کل معلوم لک۔

سورۂ منافقون کی تفسیر ختم ہوئی۔ الحمد للہ والمنہ۔ وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی خیر خلقہ سیدنا محمد سید الانبیاء والمرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم الی یوم الدین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

(۱۵ر شہر رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ روز سہ شنبہ)